۱۱ سید سلیمان ندوی، حیات شبلی، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۹۹ء، ص:۸۴-۸۵
۱۲ ماہ نامہ تہذیب الاخلاق، علی گڑھ (سرسید نمبر) اکتوبر ۲۰۰۱ء، ص:۴۶، مضمون: مولانا فیض الحسن سہارن پوری اور سرسید احمد خاں
۱۳ موج کوثر، ص:۱۹۵
۱۴ ماہ نامہ تہذیب الاخلاق، علی گڑھ (سرسید نمبر) اکتوبر ۲۰۰۱ء، ص:۴۶
۱۵ نور الحسن راشد کاندھلوی، قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی: احوال وآثار وباقیات ومتعلقات، مکتبہ نور، کاندھلہ، ۲۰۰۰ء، ص:۱۷۹
۱۶ حیات جاوید، ص:۷۴۹
۱۷ ایضاً، ص:۷۰۶
۱۸ قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی: احوال وآثار وباقیات ومتعلقات، ص:۱۷۸
۱۹ مولانا محمد یعقوب نانوتوی، حالات جناب طیب مولوی محمد قاسم مرحوم، ۱۲۹۷ھ، بحوالہ: قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی: احوال وآثار وباقیات ومتعلقات، ص:۱۷۸-۱۷۹
۲۰ محمد سلمان منصور پوری، تحریک آزادیٔ ہند میں مسلم علماء اور عوام کا کردار، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند، ۲۰۰۴ء، ص:۱۵۸
۲۱ سید محمد میاں، علماء ہند کا شاندار ماضی، ج:۵، ص:۶۲، بحوالہ: مولانا محمد قاسم نانوتوی: حیات اور کارنامے، ص:۶۰
۲۲ عاشق الٰہی میرٹھی، تذکرۃ الرشید، مکتبۃ الشیخ، سہارن پور، ص:۳۲
۲۳ ارواح ثلثہ، ص:۱۹۶، بحوالہ: سوانح قاسمی، ج:۱، ص:۲۶۴-۲۶۵
۲۴ موج کوثر، ص:۸۰
۲۵ ایضاً، ص:۱۹۳-۱۹۴
۲۶ محبوب رضوی، تاریخ دار العلوم دیوبند، مطبوعہ دار العلوم دیوبند، ۱۹۷۷ء ۹۸ (حاشیہ)
۲۷ قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی: احوال وآثار وباقیات ومتعلقات، ص:۱۸۲
۲۸ کریم الدین پانی پتی، تذکرہ فرائد الدہر، بحوالہ: حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتوی: حیات، افکار، خدمات، (مجموعہ مقالات سمینار) تنظیم ابنائے قدیم دار العلوم دیوبند، دہلی، ۲۰۰۵ء، ص:۴۹۴
۲۹ مولانا محمد قاسم نانوتوی: حیات اور کارنامے، ص:۵۰۔ مزید دیکھئے: سرسید احمد کی مشہور زمانہ کتاب 'آثار الصنادید' کا چوتھا باب
۳۰ حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتوی: حیات، افکار، خدمات، ص:۵۳۴
۳۱ سید محمد میاں، علماء ہند کا شاندار ماضی، کتابستان، دہلی، ج:۴، ص:۲۶۰
۳۲ موج کوثر، ص:۲۶۷-۲۶۸۔ سوانح قاسمی، ج:۳

❀ ❀ ❀ ❀

جناب محی الدین خان *

کتاب ''سیرت سلطان ٹیپو شہید'' پر ایک نظر

مؤلف مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی

حضرت ٹیپو سلطان شہیدؒ پر اب تک بے شمار کتابیں' فارسی' اردو اور انگریزی زبانوں میں منظر عام پر آچکی ہیں۔ان میں بہت سی کتابیں خود انگریزی مورخین کی بھی ہیں جو نواب حیدر علی خان بہادر' شہید ملک وملت ٹیپو سلطان اور سلطنت خداداد کے سخت مخالف اور دشمن تھے' جن کے ہاتھوں ہی سلطان کی شہادت اور سلطنت کا زوال بھی ہوا تھا' سلطان کی شہادت کے بعد پہلی جامع' مفصل اور مستند کتاب سید میر حسین علی کرمانی کی ''نشان حیدری'' فارسی زبان میں منظر عام پر آئی۔کرمانی سلطنت خداداد کے بانی نواب حیدر علی اور سلطان شہید کا معاصر ہی نہیں بلکہ سلطنت خداداد کا نمک خوار بھی تھا۔اس کتاب کے بعد جتنی بھی کتابیں نواب حیدر علی وسلطان شہید پر منظر عام پر آئیں ان سب کا یہی کتاب ماخذ ومرجع رہی۔

اس کے بعد سب سے زیادہ مستند ومقبول کتاب محمود خان محمود بنگلوری کی ''تاریخ سلطنت خداداد'' جو ۱۹۳۵ء کو منظر عام پر آئی۔

زیر بحث کتاب ''سیرت سلطان ٹیپو شہید'' جس میں مصنف نے یہ دعویٰ پیش کیا ہے کہ

''سلطان شہید کی زندگی سے متعلق بعض اہم گوشے ایسے بھی تھے جس پر اب تک کسی بھی کتاب میں تفصیل سے روشنی نہیں ڈالی گئی تھی اور وہ پہلو اس (ٹیپو سلطان) کے داعی ومبلغ اسلام اور ایک داعیٔ حق ہونے کا تھا' اب تک کی تمام موجودہ کتابوں میں اس کو صرف بحیثیت ایک کامیاب حکمران' ذہین سیاستدان' قابل منتظم اور بہادر سپہ سالار کے روپ میں پیش کیا گیا تھا''

دوسرا دعویٰ ''میر کرمانی اور محمود خان بنگلوری نے اپنی کتابوں میں بعض غیر مصدقہ روایات وواقعات کو جگہ دی ہے اور اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کیلئے کسی معقول یا مضبوط حوالہ کی بجائے صرف اس طرح کے الفاظ استعمال

---

* سابق لکچرار' موتی نگر بنگلور' انڈیا

کرنے پر اکتفا کیا ہے ''مشہور ہے'' ''کہا جاتا ہے'' ''مقامی روایت ہے'' ان کو بنیاد بنا کر اہل نوائط کو معتوب و معلون کیا ہے' یہ کہاں کی دیانت داری ہے۔ اہل نوائط سے متعلق اکثر الزامات کے حوالے مقامی روایات ہیں۔ مثلاً محمود بنگلوری اپنی کتاب میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ''جب انگریزوں نے (میسور کی آخری جنگ میں) قلعہ کا محاصرہ کیا تو اہل نوائط کے گھروں سے انگریزوں کو پلاؤ اور مٹھائی تقسیم کی جارہی تھی۔'' اور خود کہتے ہیں کہ یہ مقامی روایت ہے جس کا کوئی حوالہ نہیں دیا جاسکتا۔ اسی طرح ایک اور واقعہ بھی لکھا ہے کہ ''سلطان ٹیپو بدرالزماں کی لڑکی سے اپنے برادر نسبتی برہان الدین کا نکاح کرنا چاہتا تھا لیکن اس لڑکی نے اس رشتہ کو غیر اہل نوائط ہونے کی وجہ سے اپنی توہین سمجھ کر اسی رات خودکشی کو ترجیح دی۔''

تیسرا دعویٰ: ''میسور کی آخری جنگ میں جب فرانسیسیوں نے دارالسلطنت کے انگریزوں کے محاصرہ کے بعد سلطان ٹیپو کو چتل درگ چلے جانے کا مشورہ دیا تو بدرالزماں خان نائطہ نے یہ کہہ کر سلطان کو روک دیا کہ اس وقت آپ کے جانے سے پوری فوج میں بددلی پھیل جائے گی۔ اس لئے فوجی حکمت عملی کے تقاضہ کے تحت آپ کی موجودگی بے حد ضروری ہے۔ اس کے اس مشورہ کو ہم کیونکر اس کی بدنیتی پر محمول کرسکتے ہیں جو رائے اس نے پیش کی وہ حقیقت پر مبنی تھی اور سلطان نے بھی اس مشورہ کو مخلصانہ سمجھ کر چتل درگ جانے کیلئے اپنے ارادہ کو منسوخ کردیا۔ لیکن ہم ان سب چیزوں کے باوجود اس کا بھی فیصلہ نہیں کرتے کہ بدرالزماں خان واقعی ذاتی طور پر اپنے دل سے بھی سلطان کا مخلص اور خیر خواہ تھا۔ لیکن جب تک اس کے متعلق غداری کے واضح ثبوت ہمیں نہیں ملتے اس کو ہم بے وفا ثابت کرنا دیانت داری وانصاف کے اسلامی اصولوں کے منافی سمجھتے ہیں۔ جہاں تک سوال ہے اس (بدرالزماں) کی ایک دفعہ نظر بندی کا تو جیسا کہ معلوم ہوا کہ یہ سب کھیل میر صادق نے اس سے اپنی ذاتی دشمنی کی بناء پر کیا تھا جس طرح اس نے ملک جہان خان کو غلط الزامات لگا کر سلطان کی شہادت تک مقید رکھا تھا' اس طرح کی ذلیل حرکتیں اپنے عہدہ ومنصب کا ناجائز فائدہ اٹھا کر میر صادق کسی سے اپنی ذاتی دشمنی نکالنے کیلئے ہمیشہ عادی تھا۔ اس لئے صرف اس کی نظر بندی کو بنیاد بنا کر اس کی سلطان سے بے وفائی یا غداری ثابت کرنا ہمارے لئے مشکل ہے۔''

میر حسن علی کرمانی کی کتاب ''نشان حیدری'' کے تتمہ میں جو تاریخ درج ہے وہ ۱۳رفروری ۱۸۰۲ء ہے جو سلطان کی شہادت (۵/مئی ۱۷۹۹ء) کے صرف چار سال بعد کی ہے۔ ممکن ہے اشاعت آٹھ سال بعد ہوئی ہو۔ یہ بھی درج ہے کہ یہ کتاب سلطان کے شہزادوں یا ایک شہزادے کے اصرار پر لکھی گئی تھی۔ نیز اس کتاب کو مصنف نے اپنی بے انتہاء مصروفیت' کثرت مشاغل' سفر وحضر کی مشکلات کے باوجود مکمل کیا ہے۔ یہ مصنف کا خود ساختہ دعویٰ اور کرمانی پر بہتان ہے کہ ''کرمانی نے اپنی کتاب سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں کے حکم واصرار پر کلکتہ میں اپنی نظر بندی کے دوران لکھی تھی۔'' کرمانی کی انگریزوں کے پاس نظر بندی سے متعلق صرف جناب محب الحسن نے اپنی کتاب

''تاریخ ٹیپو سلطان'' میں تحریر تو کیا ہے مگر اس کا کوئی مستند حوالہ نہیں دیا ہے۔

محمود خان بنگلوری جو سلطان شہید کے پڑوسی ہیں اپنی کتاب (تاریخ سلطنت خداداد) میں سلطان کے موافقین ومخالفین کی کتابوں کو کھنگالنے اور تمام کھرے کھوٹے حقائق وواقعات کی ممکنہ حد تک جانچ پڑتال کرنے کے علاوہ خصوصاً سرنگا پٹم کے ان اجڑے ہوئے تاریخی مقامات کا بچشم دید مشاہدہ ومطالعہ کرنے کیساتھ ساتھ مقامی باشندوں خصوصاً معمر بزرگوں سے مل کر صحیح حقائق وواقعات کا ادراک کیا ہے۔ جس وقت ۱۹۳۵ء اس کتاب کا پہلا ایڈیشن منظر عام پر آیا سلطنت خداداد کے زوال کو صرف ۱۳۵ سال کا عرصہ گزرا تھا۔ (۱۳۵ سال میں سے ۷۰/۸۰ سال جن معمر بزرگوں سے محمود خان نے ملاقات کی ہے وضع کردیئے جائیں تو بمشکل ۵۰/۶۰ سال پرانے واقعات) عوام الناس کو باپ' دادا سے سن کر محفوظ رکھنا' کچھ بعید از قیاس نہیں:۔ جبکہ بعض معمولی معمولی قسم کے حقائق وواقعات صدیوں تک نسل درنسل بیان ہوتے رہتے ہیں چہ جائیکہ ایسے مشہور ومعروف واقعات۔ مولانا حکیم عبدالحیؒ حسنیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اپنی کتاب ''ہندوستان اسلامی عہد میں'' میں کئی جگہوں پر جن تاریخی مقامات وواقعات کا ذکر کیا ہے اس میں بھی ''مشہور ہے'' اور ''کہا جاتا ہے کہ'' جیسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مثلاً بابری مسجد کے بارے میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ ''یہ مسجد بابر نے اجودھیا میں تعمیر کی تھی' جسے ہندو راچندر جی کی جائے ولادت'' کہتے ہیں''۔ ان کی بیوی سیتا کا واقعہ مشہور ہے'' ''کہا جاتا ہے'' کہ سیتا کا یہاں ایک مندر تھا۔۔۔۔'' جب یہ اور اسی طرح دوسرے مؤرخین کی کتابیں بھی ہیں تو کرمانی اور محمود خان کی کتابوں ہی سے ایسا ناروا سلوک کیوں؟ حالانکہ کرمانی نے اپنی کتاب میں کسی بھی جگہ اس طرح کے الفاظ استعمال نہیں کئے ہیں اور نہ ہی اس کو اس کی ضرورت ہی تھی' کیونکہ وہ خود اپنی آنکھوں دیکھی اور اپنے دور کے حقائق وواقعات بیان کر رہا ہے۔

مصنف کا یہ کہنا کہ کرمانی اور محمود خان نے اپنی کتابوں میں بعض غیر مصدقہ روایات وواقعات کو جگہ دی ہے اور مقامی روایات کو بنیاد بنا کر اہل نوائط کو معتوب وملعون کیا ہے یہ کہاں کی دیانتداری ہے؟ اس کا کیا مطلب؟ کیا ان دونوں کتابوں میں موصوف کو صرف اہل نوائط ہی کے متعلق غیر مصدقہ روایات نظر آئے؟ خود انگریزی مؤرخ کرنل ولکس نے اپنی تاریخ مرتب کرنے میں بدرالزماں نائطہ سے (جو کہ سقوط سرنگا پٹم کے بعد بھی ایک عرصہ تک انگریزوں کے ٹکڑوں پر زندہ رہا) بہت مدد لی ہے' لیکن ساتھ ہی وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ اس (بدرالزماں) کی باتوں میں سچائی نہیں ہوتی تھی۔ آخر کیا بات ہے کہ تمام مورخین ہاتھ دھو کر اہل نوائط کو بدنام کرنے میں جٹ گئے ہیں۔ انصاف کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں میں جہاں جہاں اور جن جن افراد کے بارے میں بھی آپ کی نظر میں جو غیر مصدقہ روایات وواقعات جگہ پاچکے ہیں ان سب کی نشاندہی کرتے۔ یہاں پر بھی مصنف کا یہ بہتان ہے کہ کرمانی نے مقامی روایات کو بنیاد بنایا ہے۔ اس طرح کا ایک لفظ یا ایک روایت بھی اس کتاب میں مذکور نہیں ہے۔

جہاں تک بدرالزماں نائطہ کی غداری کا مسئلہ ہے اس کی اس نظر بندی (قید) سے بھی بڑا اور کوئی ثبوت چاہیے؟ کیا یہ ایک ثبوت ناکافی ہے؟ خود میر صادق کو سلطان شہید نے ایک مرتبہ نظر بند کیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد سلطان ہی نے اس کو رہائی دے کر دوبارہ اسی عہدہ پر بحال کر دیا بلکہ بعد میں مزید اس سے بھی بڑا عہدہ (وزیر اعظم) تفویض کیے جانے کے باوجود اس نے سلطان سے صرف اس نظر بندی کا بدلہ برابر نمک حرامی سے لیتا رہا اور سلطنت کے زوال کا سب سے بڑا سبب یہی مردود وملعون بنا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے افراد کی مثالیں ہیں جن کو سلطان نے مختلف وجوہات کی بنا پر صرف ایک ہی مرتبہ نظر بند کیا تھا' جیسے میر قمر الدین' غلام علی لنگڑا' اور میر قاسم علی وغیرہ' بعد میں رہائی دے کر دوبارہ ان کو ان کے سابقہ عہدوں پر بحال کیے جانے کے باوجود انہوں نے سلطان سے نمک حرامی کی۔ دوسروں کی غداری کے اثبات کیلئے ان کی صرف ایک مرتبہ کی نظر بندی کافی ہے تو بدرالزماں خان کیلئے اتنا ہی ثبوت ناکافی کیوں؟ اس کے برعکس مرہٹی بھگوڑا نومسلم ملک جہاں خان (ڈونڈیا داغ) کو آخری وقت یعنی سقوط سرنگا پٹم ایک طویل عرصہ تک نظر بند رکھے جانے کے باوجود اس نے زوال سلطنت کے دن وہاں سے گلو خلاصی حاصل کر کے سلطان ٹیپو کے بڑے شہزادے فتح حیدر سلطان سے (جو کہ سقوط سرنگا پٹم کے وقت کری گڑ کی پہاڑی کے اس پار تھا) مل کر انگریزوں کے سامنے ہتھیار نہ ڈالنے بلکہ ان کے خلاف برسرپیکار رکھنے کی بھرپور کوشش کی۔ مگر شہزادے نے بعض وجوہات کی بناء پر ہتھیار ڈال دیئے۔ اس کے باوجود اس نمک حلال جہاں خان نے بچے کچے مٹھی بھر جنگجوں کو ساتھ لے کر دو ڈھائی سال تک ایک مستقل عذاب کی طرح دشمنان سلطنت خداداد انگریز' نظام اور مرہٹوں کا ناک میں دم کیے ہوئے تھا' اس کو کہتے ہیں نمک حلالی۔

دوسری بات یہ ہے کہ جہاں تک سلطان ٹیپو کے نمک حلال جانثاروں کا تعلق تھا سب نے مع فرانسیسیوں کے ایسے نازک وقت میں سلطان کو یہی مشورہ دیا کہ آپ خاموشی سے نکل کر چل درگ روانہ ہو جائیں۔ اس کے برعکس جتنے بھی نمک حرام اور آستین کے سانپ غداران جیسے میر صادق' پورنیا' بدرالزماں نائطہ' غلام علی لنگڑا' میر معین الدین اور میر قمر الدین انہوں نے سلطان کو ہر ممکن طریقے سے روکنے ہی کی کوشش کی تا کہ درپردہ انگریزوں سے ان کی جو پلاننگ تھی اور ان کے ناپاک ہاتھوں تھوڑی سی حقیر جائیداد یا چند سکوں کی خاطر بک چکے تھے کہیں فیل نہ ہو جائے اور سارے کئے کرائے پر پانی نہ پھیر جائے۔

یہاں پر قابل مؤرخ نے صرف بدرالزماں کی غداری کو اس کے خیر خواہ یا بدخواہ ہونے کے فیصلہ کو اللہ کے سپرد کر کے تیسری جنگ میں میر صادق و پورنیا کا رول نبھانے والے سب سے بڑے نمک حرام وملت فروش دیوان مہدی علی نائطہ (سابق وزیر اعظم) کی کھلی غداری سے اس کو مراد آباد کا مسلکاً شیعہ بتلا کر آگے بڑھ گئے ہیں۔ جبکہ تاریخ میں متفقہ طور پر اس کا اہل نوائط سے ہونا ثابت ہے' تیسری جنگ میں جب سرنگا پٹم محصور ہو گیا تو اس احسان فراموش

نے عیدگاہ کا مورچہ جو اسی کے سپرد تھا اس قیامت خیز ہنگامے کے باوجود سلطان کے حکم کے بغیر ہی فوج میں ماہانہ تنخواہوں کی منادی کر کے مقابلہ کئے بغیر ہی انگریزوں کے سپرد کر دیا۔ بدرالزماں نے تو صرف سلطان کو چل درگ نہ جانے کا مشورہ دیا تھا جب کہ مہدی علی نے ایک اہم مورچہ بغیر کسی مزاحمت کے یونہی چھوڑ دیا۔ نیز جنگی آلات وا وزار کے داروغہ کو اپنی مٹھی میں کر''سن'' اور''مٹی'' کے گولے تیار کرنے کا حکم دیا تھا تا کہ اس سے فرنگیوں کا جانی نقصان نہ ہو (چوتھی جنگ میں میر صادق و پورنیا نے بھی یہی کار آمد طریقے اپنائے تھے) اس معرکہ سے قبل ہی جاسوسی اور غداری کا راز فاش ہو جانے کی وجہ سے بہت سے غداروں کو مثلاً سید امام' لال خان' بخشی' میر نذر علی موکبدار اور اس کا بھائی اسماعیل خان رسالدار وغیرہ بحکم سلطانی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اس کے باوجود سلطنت میں سلطان کے بعد سب سے بڑا عہدے دار ہونے کے اس ننگ آدم مہدی علی نائطہ نے اتنی بڑی غداری کی۔ کرمانی نے لکھا ہے کہ''سلطان نے ان سازشوں اور غداریوں کی تحقیقات شروع کرائی جن کی وجہ سے یہ شر عظیم برپا ہوا تھا' جب تمام عہدہ داروں' ملازموں اور ساہوکاروں کے اعمال کا جائزہ لیا گیا تو پتہ چلا کہ یہ ساری سازش سلطان کے مدار المہام (وزیر اعظم) مہدی علی خان نائطہ کی برپا کی ہوئی تھی۔ وہ چند کرناٹکی ساہوکاروں اور دوسرے نمک حراموں کے ساتھ درپردہ انگریزوں سے ملا ہوا تھا اور اپنے آقا کے ناموس وخانوادہ کو برباد کر دینا چاہتا تھا' چنانچہ اس نمک حرام نے نظم ونسق کے سارے شعبوں اور ذخائر میں ابتری پھیلا رکھی تھی' یہاں تک کہ اکثر توپوں کو عین لڑائی کے وقت اس بدبخت نے ریت اور مٹی سے بھر دیا تھا۔ اس لئے توپچی موقع پر ان کو استعمال کرنے سے معذور رہ گئے تھے۔ اس تحقیقات کے بعد جتنے اشخاص مجرم ثابت ہوئے سلطان کے حکم سے ان کو کیفر کردار تک پہنچا دیا گیا اور ان خانہ خرابوں کا مال ومتاع' گھر بار ضبط کر لیا گیا۔''

قابل مصنف اپنے پرکھوں کو غداری کے کلنک سے بچانے اور معصوم ثابت کرنے کیلئے کھلی دھاندلی' علمی بددیانتی اور اپنی مرضی کے مطابق واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے معصوم افراد کو ملزم ٹھہرا رہے ہیں۔ آخر یہ کہاں کی دیانتداری اور کون سے اسلامی اصولوں کے تحت ہے؟ قابل مصنف بدرالزماں کو غداری کے کٹہرے سے نکال کر ان چندنا قابل فراموش جانثاروں کے کٹہرے میں لا کھڑا کر اس کے حق وناحق پر سرخی قائم کر کے فیصلہ اللہ کے سپرد کر رہے ہیں تو مہدی علی کی اتنی بڑی غداری کو غداروں کے کٹہرے میں لا کھڑا کئے اور اس پر سرخی قائم کئے بغیر فیصلہ کس کے سپرد کر رہے ہیں؟ مصنف کا یہ کہنا کہ اگر سلطان کو مجموعی طور پر اس قبیلہ (اہل نوائط) پر بھروسہ نہیں ہوتا تو وہ اپنی حکومت کے اعلیٰ فوجی ومذہبی مناصب پر انہیں کیسے بحال رکھتا؟ پہلی بات: تاریخ شاہد ہے اور مصنف بھی اچھی طرح واقف ہیں کہ حیدر علی کے مقابلے سلطان ٹیپو کتنا رحم دل اور بردبار شہنشاہ تھا۔ معافی مانگ لینے پر وہ غداروں کو بھی معاف کر کے دوبارہ اسی عہدہ پر بحال کر دیتا' بلکہ بعض مرتبہ اس سے بھی بڑا عہدہ ان کو تفویض کر دیتا تھا۔ جس کی کئی ایک مثالیں موجود ہیں۔

دوسری بات: میر صادق سے پہلے مہدی علی نائطہ ہی دیوانِ (وزیر اعظم) تھا جو غداری ثابت ہونے کے بعد اس عہدہ

سے معزول کر دیا گیا۔ بقول کرمانی ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اور بعض مورخوں کے مطابق مہدی علی کے نسب کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو صرف عہدے سے معزول کیا گیا۔ اب رہا بدر الزماں تو اس سے غداری بالکل آخری وقت میں ظاہر ہوئی ہے۔

تاریخ میں اس کی صراحت موجود ہے کہ سلطان سے اہل نوائط کی غداری بدر الزماں کی بیٹی سے سلطان کے نسبتی برادر برہان الدین سے شادی (۱۷۸۴ء) ہو جانے کے بعد اس کے غیر کفو ہونے کی وجہ سے دلہن کی خودکشی (بقول کرمانی بدر الزماں کی دختر کشی) کے بعد ہی سے شروع ہو چکی تھی اور وہ سلطان سے اس کا بدلہ لینے کیلئے بے قرار اور در پردہ انگریزوں سے مل گئے تھے۔ اسی بنیاد پر مہدی علی نائطہ نے تیسری جنگ (۱۷۹۲ء) میں بغیر مقابلہ کے اپنا محاذ انگریزوں کے سپرد کر دیا۔ اب آخری معرکہ (۱۷۹۹ء) میں پلاؤ اور مٹھائی سے اپنے کرم فرماؤں اور قید سے چھٹکارا دلانے والے نجات دہندوں کی خاطر تواضع کی جائے تو آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟ یہ تو حقیقت ہے کہ بغیر آگ کے دھواں نہیں اٹھتا' تو بغیر سازش اور خاطر تواضع کے مقامی طور پر اس کا چرچہ بھی نہیں ہوتا۔

تاریخ میں اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ زوال سلطنت کے بعد غداری کے صلے میں پنڈت پورنیا (دیوان میسور کا عہدہ) میر قمر الدین (گرم کنڈہ کی جائیداد) غلام علی لنگڑا' محمد رضا خطیب' چند میر میراں' بدر الزماں خاں نائطہ اور غلام علی بخشی وغیرہ باقاعدہ انگریزوں سے حسن خدمات کے صلہ میں اپنا حق سعی اور ماہانہ مشاہرے بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

اور تاریخ اس بات پر بھی شاہد ہے کہ غداروں نے جو غداری کی تھی اس کا صلہ وہ سلطان کی شہادت کے چند ہی گھنٹوں میں اپنی آنکھوں کے سامنے ہی پا لیا۔ ایک خدائی قہر و انتقام تھا جو فوراً اسی وقت قدرت کی طرف سے لیا گیا۔ گورے بھیڑیوں کی شکل میں ایک طوفان بدتمیز تھا جو مسلسل چار دن تک اہالیان سرنگاپٹم خصوصاً ان اونچی اونچی حویلیوں میں رہنے والوں کا مال و زر' عزت و وقار' عورتوں کی عصمت و ناموس تک کو بہا لے گیا۔ سب کچھ ان غداران قوم و ملت کی بھینٹ چڑھ چکا تھا۔ ان چار دنوں میں وہاں پر جو کچھ بھی ہوا اس سے انسانیت کی روح بھی شرما گئی۔ اس سے سرنگاپٹم کا شاید ہی کوئی گھر (سوائے شاہی گھرانے کے) محفوظ رہا ہو۔ ایسے مواقع پر سب سے پہلے بڑے بڑے گھرانے ہی اس کا نشانہ بنتے ہیں۔ اہم گھرانوں پر فوجی پہرہ لگا دینے کے باوجود خود محافظ ہی درندے' بھیڑیئے اور لٹیرے بن گئے۔ مجبوراً انگریز جنرل کو خود اپنے ہی چند سپاہیوں کو بطور عبرت تختہ دار پر لٹکانے کا فیصلہ کرنا پڑا۔

جہاں تک بدر الزماں نائطہ کی بیٹی سے ٹیپو سلطان کے نسبتی برادر برہان الدین کی شادی کا تعلق ہے' وہ شادی ہو جانے کے بعد اسی رات دلہن نے خودکشی کی تھی۔ یہاں پر مسئلہ بدر الزماں نائطہ کی بیٹی کا سلطان ٹیپو سے یا ان کے کسی شہزادے سے شادی کا نہیں بلکہ سلطان کے نسبتی برادر برہان الدین کا تھا جو کہ لالہ میاں شہید چرکولی کا بیٹا تھا' اور رہ اہل